سمیرا حمید

عزا کی دی

نانی کہتیں "ہماری تو سات نسلوں میں کوئی اس جیسا نہ ہوا' نہ ہو..... اب تو ہر نماز کے بعد ایک ہی دعا ہے۔ ایسا بھی کیا لچکنا' مٹکنا' ارے مالا! ٹک کر بیٹھ کہیں تاکہ بڑھوتری ہو..... پھلے پھولے..... اچھل کود توڈنگر بناتی ہے..... پھول تو نرم و نازک بیل پودوں پر لگتے ہیں ڈنگروں پر تو سینگ ہی اگتے دیکھے ہیں....."

نانی کی تو عادت تھی۔ بلاوجہ بات کو کہیں سے کہیں لے جاتی تھیں..... اور پھر دادی..... وہ کہتیں۔

"یہ تو منگی ہے....."

"کون منگی....."

"تھی کوئی ان کے گاؤں میں۔ گھوڑ سواروں کی پگڑیاں اڑا لیا کرتی تھی..... میلوں میں جاتی تو اس صفائی سے چٹکی بھرتی کہ اگلا تڑپتا الگ اور شرمندہ الگ ہوتا..... پانی بھرے گھڑوں میں بھنگ ملا جاتی تھی۔ کیا مجال کہ پھر ہاں بھی جائے۔ بھلے سے سارا گاؤں اکٹھا ہو جائے کہ ہم نے خود دیکھا ہے..... کئی مردمار لڑائیوں کا موجب بنی تھی مگر صاف بچ جاتی تھی..... اس کے کیے نقصان کے ہرجانے بھرتے بھرتے اس کے گھر والے آدھے رہ گئے..... عین شادی والے دن بھاگ گئی تھی۔"

"میں بھی بھاگ جاؤں گی..... پھر تو ٹھیک ٹھاک منگی بن جاؤں گی نا....."

"ارے نہ نہ!" دادی ایسے گڑبڑائیں جیسے وہ ابھی بھاگ کھڑی ہو گی۔

"تو پھر کیوں سناتی ہیں مجھے منگی کی باتیں.....؟"

"مرجانی نجانے کیوں یاد آجاتی ہے....."

"صاف کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے دیکھ کر یاد آجاتی ہے۔"

دادی نے جواب نہ دیا۔

"بھاگی کیوں تھی منگی.....؟" پھر سوال،

"بھاگی نہیں تھی.... پگلا گئی تھی.... پانی بھرنے گئی تھی۔" دادی تصحیح کرتیں۔

"شادی والے دن پانی....؟"

دادی پھر سٹپٹا گئیں۔

"جھوٹ...." اس نے انگلی لہرا کر کہا۔

"چلی گئی تھی کہیں۔ ہمیں کیا پتا کہاں گئی۔" انہوں نے بے زاری سے کہا۔

"کس کے ساتھ؟...." مالا نے چٹخارا لیا۔

"نہ نہ ایسی نہ تھی۔" تکیہ ٹھیک کر کے دراز ہوتی دادی اٹھ بیٹھیں۔

"دو دن بعد نہر سے اس کی نعش ملی تھی۔" دادی ماضی کی نہر میں نئے سرے سے اس کی لاش ڈھونڈنے لگیں۔

"ہائے میں بھی مرگئی دادی...." مالا خود کو مٹکی ہی سمجھ بیٹھی۔

"تو کیوں.... خاک ڈال اپنے منہ میں.... میری بچی!"

"خود ہی تو کہتی ہیں میں مٹکی ہوں۔"

"بس.... ختم کر۔" دادی عاجز آگئیں۔

"تو مری کیوں وہ؟" وہ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی کہاں تھی۔

"اللہ جانے....!"

"آپ کو سب پتا ہے.... دولہا پسند نہیں تھا۔" اس نے تکا مارا۔

"دولہا پر تو جان دیتی تھی.... کھیل کے دنوں سے منگیتر تھا۔"

"ہائے کیوں کود گئی مٹکی نہر میں...." سارا دن چپ سادھے گھومتی رہی....

اماں نے کہا۔ "جا ٹیوشن پڑھ آ۔" اس نے سُنا ہی نہیں۔

"جا مالا! ٹیوشن کا وقت ہوگیا۔" دادی نے یاد دلایا۔

"مجھے نہیں جانا۔" وہ بدک گئی۔

وہ مٹکی کا سوگ منا رہی تھی۔

اماں باورچی خانے میں غصے سے برتن پٹخنے لگیں "کہہ دیا نہیں تو اب نہیں" اور احمر کی ایک ہی فرمائش تھی کہ "یہ کم سے کم بارہ جماعتیں تو ضرور ہی پاس کرے" اور وہ تین سال سے بارہ جماعتیں پاس کر رہی تھی۔

اماں نے باورچی خانے کی کھڑکی سے دیکھا کہ وہ ٹیوشن کے لیے جا رہی ہے.... وہ گھبرا گئیں۔

"مالا....!" انہوں نے اسے روکا۔ ہاتھ میں پکڑی اس کی کتابیں دیکھیں کہ پوری ہیں.... ساتھ ہی کالی پکڑ کر دیکھا کہ بخار تو نہیں۔ اس کا انکار تو پہاڑ چل جانے پر بھی نہیں بدلتا تھا۔ اب کیوں جا رہی ہے۔

"چھوڑ نہ جا.... میں آلو بخارے کا شربت بنا رہی ہوں۔"

"مجھے نہیں پینا...." وہ چلی گئی۔

آج مالا بہت کم تھی خود میں۔

سر نے پوچھا۔ "ہاں بھئی مالا! ٹھیک ہو؟" (روز پوچھتے تھے 'مطلب پڑھنے والے مزاج ٹھیک ہیں')

مالا نے سر ہلا دیا۔ انہوں نے سر پر ہاتھ رکھا۔

"پیارا بچہ مالا...."

"مٹکی نے نہر میں چھلانگ کیوں لگائی؟" وہ ہکا بکا اسے دیکھنے لگے۔

"کون مٹکی....؟"

"دادی کے گاؤں کی...." اس نے سر کو ساری بات لفظ بہ لفظ سنا دی جتنا دادی اسے بتا چکی تھیں۔ وہ سنتے رہے پھر اسے کتابیں کھولنے کے لیے کہا۔ وہ بار بار ایک ہی بات پوچھتی رہی۔

مٹکی.... مٹکی.... مٹکی....

"اس بار پاس ہونا ہے کہ نہیں؟" انہوں نے تنگ آکر کہہ دیا۔

"ہونہہ!" اس نے منہ بگاڑا۔ احمر ڈاکٹر بن رہا تھا۔ سب کہتے وہ بارہ تو پڑھے۔ اس کی جان کا عذاب تھیں کتابیں اور احمر کتابیں پڑھتے پڑھتے سو جاتا۔ اٹھتا پڑھتا، بیٹھتا پڑھتا۔ کھڑا.... لیٹا.... بس پڑھتا ہی رہتا۔ دادی

کہتیں۔

"جتنی کتابیں وہ پڑھ چکا ہے اب وہ صرف انسان نہیں رہا۔"

احمر کو غصہ آجاتا۔ "کیا مطلب ہوا اس بات کا۔"

"میں نہیں جانتی اب تو صرف انسان بنے رہنے سے تو رہا۔" دادی ہنستیں اور وہ اور غصہ کرتا۔

چند سالوں پہلے جب دونوں کی بات پکی کرنی چاہی تو اس نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے لیکن شادی وہ تب ہی کرے جب وہ بہت سا پڑھ لے گی۔

مالا دو بار میٹرک میں لگاتار فیل ہوئی تو ماسٹرز سے وہ بی اے پر آگیا....

تین بار ایف اے میں فیل ہوئی تو اس نے ایف اے پر ہی قناعت کر لی کہ بارہ تو ضرور ہی کرے مگر کیسے کرے وہ بارہ.... دماغ میں اتنا کچھ گھسا رہتا تھا کہ کتابوں کو کہاں جگہ ملتی....

ہر بار فیل ہونے پر وہ اپنی کتابیں جلا دیتی۔

رزلٹ سنانے والے کا تو وہ حال کرتی تھی کہ اب ابا اسے کمپیوٹر کے آگے بٹھا دیتے تھے کہ لو خود چیک کرو.... پہلی بار ابا نے آفس سے گھر فون کیا۔ انہوں نے اس کا رزلٹ پتا کر لیا تھا۔ زین نے فون اٹھایا اور وہیں سے چلایا۔

"اے مالا! کالے چنے منگوا لے.... قل ہیں تیرے پرچوں کے آج۔"

مالا چھت پر تھی بھاگ کر آئی۔ اس سے تین بار پوچھا۔

"سچ بتا زین! سچ بتا...." وہ کھڑا دانت نکالتا رہا اور بلند بانگ سچ بتاتا رہا۔

وہ باہر نکلی۔ ایک طرف رکھا بلا اٹھایا اور گھما کر اس کے سر پر دے مارا۔

پرچے اس نے دیے.... چیک بورڈ نے کیے....

رزلٹ ابا نے اسے بتایا اور خون کی دھار نکلی زین کے سر سے۔

ماں.... دادی.... خالہ.... احسان بھائی.... سب لپکے۔

"اب بتا...." وہ چلا رہی تھی پاگلوں کی طرح احسان بھائی نے اسے قابو کر کے کمرے میں بند کیا۔ زین کو اٹھا کر اسپتال لے کر گئے اسے کیا کہتے وہ تو مالا تھی....

نرالی بی.... دادی نے اسے یہ نام دیا تھا۔ کوئی نیا واقعہ ہوتا تو دادی اسے اسی نام سے پکارتیں۔

زین کے چھ ٹانکے آئے۔

ابا نے زین کو الگ سے سمجھایا "تجھے پتا تو ہے اس کے دماغ کا۔" اور وہ چُپ ہو گیا۔ جانتا تھا بڑی، چھوٹی آپا کی "پگلی سی مالا" احسان بھائی کی "مالا او مالا" خالہ کی "میری جان مالا" دادی، نانی کی "بے چاری بچی مالا.... چھٹانک بھر کی.... مالا.... مالا۔"

سات آٹھ سال کی تھی دہرا نمونیا ہو گیا۔ چند مہینوں بعد بالائی چھت سے نیچے آگری.... کیسے بچی؟ اللہ ہی جانتا ہے پر بچ گئی۔ دادی نے کھڑے کھڑے اپنی دونوں سونے کی چوڑیوں کو خیرات کرنے کا سوچ لیا.... اماں نے سب فقیروں کو جمع کر کے کھانا کھلانے کی منت مان لی.... بڑی، چھوٹی آپا مہینوں نوافل پڑھتی رہیں۔ ابا نے صدقے کے چھ بکرے دیے.... خالہ نے دو غریب لڑکیوں کی شادی کروانے کی ٹھان لی.... سو اب ذرا سا اوئی بھی کرتی تو۔

"ارے آرام سے.... سر پر چوٹ آئی ہے، کچھ ہو نہ جائے...."

"کوئی اس کے پاس اونچا نہ بولے اس کا دماغ کمزور ہے...." وہ بھلے سے پھٹا ڈھول بنی رہے۔ "انجم! بلا دے دے، اسے کھیلنے دے ورنہ روئے گی تو دماغ میں ٹیسیں اٹھیں گی۔"

وہ صبح سے شام بلا پکڑے کھیلتی رہتی۔ "انجم جا.... گڈو جا۔"

سب کو بھیجا جاتا اس کے ساتھ کھیلنے کے لیے۔ منی، چنی سب گیندیں کروا کروا کر بھاگ چکے۔ اب اماں.... پھر ابا.... آپا.... احسان بھائی.... آخر میں زین۔

"دس روپے لے لے زین! اس کے ساتھ کھیل لے۔"

دس روپے لے لیے۔ زین گیندیں کروانے لگا۔ دس کے سو ہو جاتے۔ سو کے دو سو ہو جاتے۔ اب بلا ٹوٹے یا مالا کا شوق۔ احمر ایسے وقت "ہونہہ" شکل بنائے اسے دیکھ کر نکل جاتا۔

اماں اور خالہ دونوں بہنوں کی شادی ایک ہی گھر میں ہوئی تھی۔ خالہ دس سال بے اولاد رہیں۔ پھر احمر آیا پھر رانیہ اور سب سے چھوٹا عدیل۔ اماں بڑی تھیں ان کی پانچ اولادیں تھیں۔ بڑی، چھوٹی آپا کو بیاہ دیا۔ احسان بھائی ایک منے کے بابا بن گئے۔ اوپر نیچے آباد تھے دونوں گھر۔ خالہ نے مالا کے لیے منّت پوری ہونے پر جن دو غریب بچیوں کی شادی کروائی تھی وہ ایسے ہی نہیں کروائی تھی۔ اپنی بہو مالا کی لمبی زندگی کے لیے کروائی تھی۔

احمر کی کبھی مالا سے نہیں بنی تھی۔ وہ تنگ آ گیا تھا۔ اس کے الٹے دماغ سے رسم کرنی چاہی تو احمر نے اس کے اگلے پچھلے کتنے ہی حصے سُنا ڈالے اور ثابت کیا کہ وہ پاگل ہے۔

خالہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"موت کو ہاتھ لگا کر پلٹی تھی۔ سر کے بل گری تھی چوٹ دماغ پر آئی تھی۔ اثر کہاں جاتا ہے۔"

پہلے تو اتنی سمجھ دار بچی تھی۔

"آٹھ سال کی بچی کہاں سمجھ دار ہو گی؟"

احمر یہ سُن سُن کر عاجز آ چکا تھا۔ اب وہ پھانسی لٹک جاتا تو بھی شادی مالا کے ساتھ ہی ہونی تھی تنگ آ کر اس نے اسے پسند کرنے کی کوشش کی اور اس کے کالے سیاہ بالوں پر نظر ڈالنی شروع کی۔ مگر ایک دن وہ بال بالشت بھر کی پونی میں بدل گئے۔ اپنی سہیلی کے ساتھ گئی اور کٹوا آئی۔ دادی اور اماں نے غصے کے مارے رات کا کھانا نہ کھایا۔ ابھی مہینہ پہلے تو انہوں نے بڑے پتیلے میں ناریل کا تیل اور کڑی پتا ڈال کر پکایا تھا۔ جلنے کی بُو سے سارا گھر ہی جلتی چتا کی بدبو چھوڑنے لگا تھا۔ گھنٹہ گھنٹہ بھر اماں اور خالہ مساج کرتیں اور جب بال کمر سے نیچے تک آ گئے تو پتا نہیں کہاں گئے۔

گھر کی تینوں خواتین گہرے صدمے سے دوچار ہوئیں۔ احمر نے اپنی اماں کے سامنے خوب تماشا کیا۔

"کسی دن سوتے میں میرے بھی بال، ناک، کان کاٹ دے گی اور آپ کے بھی۔" وہ چلایا۔

"وہ نہیں یہ پاگل نہیں ہے وہ۔"

"ہاں ہم جو ہیں۔" اس کی ایسی باتوں پر وہ صرف ہنستی تھیں ایک دن وہ اپنے کمرے میں چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا مزاحیہ انگریزی فلم دیکھ رہا تھا اور بقول تینوں خواتین ان کے قہقہے اگلے محلے تک گونج رہے تھے۔

دروازہ دھڑ دھڑایا گیا۔ احمر سمجھا چائے ہو گی۔ دوست کو دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ اس بے چارے نے دروازہ کھول دیا۔ اسے دھکا دے کر وہ اندر آئی۔ سارے پلگ نکالے اور سی ڈی پلیئر اٹھا کر لے گئی۔

"مالا!" وہ دھاڑا۔ دوستوں کا لحاظ کیے بغیر۔ دوست ہکا بکا نئی فلم دیکھ رہے تھے۔ منہ پر کوئی ماسک لگایا ہوا تھا اس نے۔ آواز پر رکی نہیں۔ دوست منہ پر ہاتھ رکھے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ان میں سے ایک ایک رات اس کے یہاں ٹھہرا تھا مل کر پڑھنے۔ یہ ہی مالا اندر آئی اور بولی۔ "ریگل سے وہی بھلے لا دو۔"

وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔ اس کا بازو پکڑ کر باہر گھسیٹنا چاہا۔

"تم باہر چلو۔ میں آتا ہوں۔" ضبط کیے وہ بولا۔

"یہ پیسے پکڑو اور دس منٹ میں واپس آؤ۔"

"میرا دوست بیٹھا ہے۔ باہر نکلو۔" غصے سے احمر کے اعصاب تن گئے۔ شجاع بظاہر کتاب پر نظریں رکھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اتنی خوب صورت احمر کی منگیتر۔

"السلام علیکم بھائی!" اس نے شجاع کی طرف رُخ موڑ کر کہا۔ شجاع سٹپٹا گیا۔

"پکڑ بھی لو پیسے۔" احمر نے فوراً پکڑ لیے تاکہ وہ چلی جائے مگر جاتے جاتے پلٹ کر کہنا نہیں بھولی کہ "اپنی الگ سے لانا۔ مجھ سے مت مانگنے بیٹھ جانا۔"

"ہم سے مت مانگنے بیٹھ جانا۔" احمر کا گروپ کینٹین میں بیٹھ کر آرڈر دیتا اور اس کی طرف منہ کر کے ضرور کہتا۔ وہ تو بات مذاق میں آئی گئی ہو گئی لیکن احمر ہی جانتا تھا کہ اس کی کتنی سبکی ہوئی۔ دوستوں کے گھروں میں مجال نہیں کہ کسی بہو بیٹی کی آواز ہی سنائی دے جائے اور جو اس کے دوست دروازے پر آ جاتے تو یہ منہ پھاڑ کر کہہ دیتی کہ "اوپر کسی کتاب میں گم ہو گا ۔۔۔ جاؤ جا کر ڈھونڈ لو۔"

بڑی آپا کی رخصتی پر گلا پھاڑ پھاڑ اتنا روئی کہ دلار میں دولہا بھائی گاڑی میں ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ رونا ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ دلہن بنی آپا کی گود میں سر رکھ کر چلا چلا کر رو رہی تھی۔ دلہن کی منہ دکھائی تو خیر کیا ہونی تھی۔ سب نے آ کر اس کا منہ ضرور دیکھا۔

رات بیتی جا رہی تھی۔ دولہا بھائی صوفے پر بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ ذرا اس کی آنکھ لگی اور ابا جھٹ پانہوں میں اٹھا گئے۔ دلیے کے بعد وہ آئیں تو ہوش بھی نہیں کہ کہاں ہیں آپا۔

کسی دور پرے کی شادی میں چلی جاتی تو اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی کہا جاتا۔ "مالا بھی آئی ہے۔" یعنی دیکھو اب یہاں کیا ہوتا ہے۔

مالا پہلے تو چپ چاپ معصوم بنی گھومتی رہتی۔ گمان ہوتا کہ سُنائی سب افواہ ہے۔ مہمانوں والے گھر میں پتا بھی نہ چلتا کہ مالا کہاں ہے اور پھر کسی کونے سے کوئی دل خراش چیخ سنائی دیتی۔

"میرے بچے کی آواز لگتی ہے۔ کہیں گر نہ گیا ہو۔"

پتا چلا مالا مہندی لگا رہی تھی، ہلا بیٹھا۔

"کہا تھا میرے قریب نہ آؤ۔ بگاڑ دیا میرا پھول۔"

اور جو ماں کا پھول بگڑ گیا۔ کوئی پروا نہیں۔

شادی والا گھر کمرۂ عدالت بن گیا۔

ابا، اماں نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور اسے لیے گھر واپس آ گئے۔

کام کرتی تو لگا تار کیے ہی جاتی سارے گھر کی صفائی، دھلائی، برتن۔ سب کے کپڑے استری ہو رہے ہیں اور یہ دورہ عین امتحان کے دنوں میں پڑتا تھا۔

چھت پر چڑھ کر پتنگ اڑانے کا بھی اچانک ہی شوق چرایا۔ احمر نے دیکھ لیا۔ باؤلا ہو گیا۔

"اتارو اسے اماں!" وہ دھاڑا۔

جو بچے روایتی چال چلن سے ذرا پرے ہوتے ہیں۔ وہ پیارے بھی بہت ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں پر اپنا آپ لٹا دینے کو جی چاہتا ہے۔ اس گھر میں بھی سب مالا پر اپنا سب کچھ لٹا دینے کے لیے تیار رہتے تھے۔

ابا نے اس کا نام صاعقہ رکھا تھا۔ کسی ڈرامے میں مالا نام سن لیا تو پیدائشی نام حرام ہو گیا۔ احمر ہی غصے میں ہوتا تو اسے صاعقہ، صاعقہ کہتا اور وہ پاگلوں کی طرح اس پر جھپٹ پڑتی۔

وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ اسے اہمیت نہیں دیتی تھی۔ بات کیسے بنتی یا کیوں بنی رہتی۔ خالہ کہتیں وہ مذاق کرتی ہے اسے تنگ کرتی ہے۔ احمر کو وہ مذاق نہ لگتا پہلے وہ سوچا کرتا تھا کہ یہ بیاہ کر چلی جائے گی تو سکون آ جائے گا۔ مگر یہ خیال، خواب ہوا۔

"مجھے اس سے شادی نہیں کرنی۔"

"شادی ہو جائے گی، بچے ہو جائیں گے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بچوں والی مائیں بہت جلد اور بہت زیادہ سمجھ دار ہو جاتی ہیں۔" خالہ سمجھاتیں مگر یہ بات احمر ماننے کو تیار نہیں تھا۔ وہ کہتا۔

"اس میں ایک بھی گُن نہیں ہے۔"

"خالہ کہتیں۔ وہ گُن خود میں پیدا کر لے۔ کیا فائدہ اتنی کتابیں پڑھنے کا کہ اس کی چھاؤں نہ بن سکے۔ لڑکا بن کر سوچ رہا ہے۔ اس کے ابا اماں کی طرح سوچ ذرا۔"

"میں کیوں سوچوں اس کا باپ یا ماں بن کر۔ میری طرف سے جل مرے مالا۔" وہ جل کر کہتا۔ اسے لڑکیوں کی کمی تھی، ڈاکٹر بن رہا تھا، کالج میں ہی بہت سی لڑکیاں اس کے پیچھے تھیں، مالا رہے اپنی نرالی دنیا میں

نرالی بن کر... اسے معلوم تھا کہ احمر اس کا منگیتر ہے... اس سے آگے وہ کیا کرتی... اکثر ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ہم کو کیا کرنا ہے' کوئی بتادے تو بھی یہی خیال آتا ہے کہ یہی کیوں کرنا ہے؟؟ ایسے ذہنوں میں ذرا اور ہی طرح کے سوال اٹھتے ہیں کہ کتابوں کو دھویا کیوں نہیں جاسکتا' پانی میں بھگو کر انہیں نیا کیوں نہیں کیا جاسکتا؟؟

سب اچھا نہیں سوچ سکتے۔ مختلف سوچتے ہیں۔ اور مختلف غلط بھی ہوسکتا ہے۔

وہ غصے میں پاگل ہوجاتی اور جب غصہ نہیں ہوتا تو سب ٹھیک ٹھیک ہی ہوتا تھا۔

ماموں کے بڑے بیٹے کی شادی تھی۔ احمر اور زین کئی دنوں سے ہی وہاں تھے۔

دونوں پیروں میں مہندی لگوائے مالا دھوپ میں بیٹھی تھی۔ اسے اپنی مہندی کی ہمیشہ سے ہی بڑی فکر رہتی اکیلے میں جا بیٹھتی کہ کوئی خراب نہ کردے۔ گورے گورے ہاتھ پیروں پر مہندی ایسے کھلتی کہ پھول بوٹے اگ آئے ہیں۔

بہت دیر گزری تو نیچے جانے لگی سیڑھی پر پیر رکھا ہی تھا کہ ذرا نیچے سڑھیوں پر احمر اور سارہ کھڑے نظر آئے مالا پروا بھی نہ کرتی اور قریب سے گزر جاتی لیکن احمر نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور وہ اس کے سینے کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔

سارہ کی دو تین چوڑیاں ٹوٹ کر گری ہوئی تھیں اس کے پیروں کے پاس۔ احمر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ دونوں دنیا مافیہا سے کھڑے تھے۔ احمر کی سانسیں اس کی پیشانی پر پڑ رہی تھیں۔ چوٹ کھائی مالا کے دل میں پہلی بار ٹیس اٹھی۔

"چھوڑو احمر!" سارہ نے اپنا ہاتھ آزاد کروانا چاہا۔

"کوئی دیکھ لے گا... مالا نے دیکھ لیا تو تماشا بنائے گی۔"

"دیکھ لے... کرلے تماشا... تماشوں کی ملکہ۔"

احمر اس کے اور قریب ہوا۔

وہ ہنسی "اتنی ہمت ہے...؟"

احمر غیرت سے جیسے بھڑک اٹھا۔ "اس پر کبھی کا تھوک چکا ہوں... پھر تھوک دوں گا... مرجاؤں گا مگر اس جیسا غلیظ چاہنا نہیں پڑنے دوں گا۔"

"یہ چاہنا تمہیں کھانا ہی پڑے گا۔" سارہ نے مزا لیا۔

"ہم تو اس پر پاگل ہیں۔" احمر نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

مالا نیچے اتر کر ان کے قریب سے گزر گئی۔ احمر **کھکھیا** کر رہ گیا۔ پر مالا نے جیسے دیکھا ہی نہیں۔ سارہ پارلر کے بہانے گھر سے ہی بھاگ گئی۔ رات گئے احمر بھی نظر نہ آیا کہ اب کچھ ہوا کہ اب۔

مہندی کا فنکشن نپٹا کر مالا بابا کے ساتھ گھر واپس آگئی... پھر ایسی بیمار ہوئی کہ دہرا نمونیا بھی پیچھے رہ گیا۔ گھر والے سب باؤلے ہوگئے۔

اس کی بیماری کے بھی نرالے انداز تھے۔ سر میں درد بھی ہوتا تو باری باری سب سے رات گئے تک دیواتی' جب تک سونہ جاتی۔ اب کسی کو ہاتھ لگانے نہ دے رہی تھی۔ سفید رنگ سیاہ پڑ گیا۔ وہ عمر میں دس بارہ سال سیانی لگنے لگی۔ طبیعت ذرا سنبھلی تو اس نے نرالی فرمائش کی... زین تک رونے کے قریب ہوگیا کہ اب جو کہہ دیا وہی ہوگا۔ وہی کرنا پڑے گا۔

"مجھے خلیل ماموں کے احمر سے شادی کرنی ہے۔"

وہ مدوجزر سے بچے پانی میں سیاہی گھول کر پلا دیتے تھے کہ کوک ہے پی جاؤ... اور وہ گلاس بھر بھر پی جاتا۔

دادی... اماں... خالہ... باری باری رونے لگیں۔

"دیوانی ہوئی بھی تو کس کے لیے..." چھوٹی آپا روتی رہیں۔

احمر بیٹھے بیٹھے سانس لیتا رہا۔ چپکے چپکے سیٹی بجاتا رہا' وہ ہاں کہہ کر "نہ" نہیں سنتی تھی... احمر جانتا تھا۔

ٹیوشن والے سر جھنجھلا اٹھے۔

"ارے بھئی! مٹکی کے کہیں دل پر چوٹ آئی ہوگی مالا! یہ دلوں کی چوٹیں ہی جان لیتی ہیں۔"

دماغ کی چوٹ سے مالا بچی رہی... دل کی چوٹ پر مر گئی۔

☆

آج ہم ناگہاں کسی سے ملے
مدتوں بعد زندگی سے ملے

شمع کیا، چاند کیا، ستارے کیا
سلسلے سب کے تیرگی سے ملے

اُن اندھیروں سے کوئی کیسے بچے
وہ اندھیرے جو روشنی سے ملے

خود سے ملنے کو عمر بھر ترسے
یوں تو ملنے کو ہم سبھی سے ملے

زندگی کے سلوک کیا کہیئے
جس کو مرنا ہو، زندگی سے ملے

ہم پہ گزرا ہے وہ بھی وقت خمار
جب شناسا بھی اجنبی سے ملے

خمار بارہ بنکوی

بے قراری سی بے قراری ہے
وصل ہے اور فراق طاری ہے

جو گزاری نہ جاسکی ہم سے
ہم نے وہ زندگی گزاری ہے

بن تمہارے کبھی نہیں آئی
کیا مری نیند بھی تمہاری ہے

اس سے کہیو کہ دل کی گلیوں میں
رات دن تیری انتظاری ہے

حادثوں کا حساب ہے اپنا
ورنہ ہر آن سب کی باری ہے

جون ایلیا